

عہدے امانت ہیں، خیانت نہ کریں!

ڈاکٹر محمد واسع ظفر[○]

کسی بھی معاشرے کو ظلم و زیادتی سے پاک کرنے، باہمی اعتماد و اعتبار اور عدل و انصاف کی فضا قائم کرنے کے لیے ایک اہم قدر امانت داری بھی ہے۔ یہ ایک ایسی بنیادی قدر ہے جسے کسی معاشرے کے ہر ایک فرد کے اندر پیدا کیے بغیر، اس معاشرے کو خوف، عدم اعتمادی، خیانت، دھوکا اور ظلم جیسی برائیوں سے پاک نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے ہر دور اور ہر معاشرے میں خواہ اس کا تعلق کسی بھی مذہب اور تہذیب سے ہو، امانت داری کو پسند کیا گیا ہے۔ اسلام چونکہ دین فطرت ہے اور دنیا کو زندگی گزارنے کے لیے ایک بہتر جگہ بنانا، اس کے مقاصد میں سے ہے۔ اس لیے انسانیت کی اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے امانت داری کو ایک اہم مقام عطا کیا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امانت داری کو ایمان کا لازمی جز و قرار دیا ہے۔ آپ نے اکثر فرمایا: لَا إِيمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَةَ لَهُ وَلَا دِينَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهُ (مسند احمد، حدیث: ۱۲۳۲۳، بروایت انس بن مالک) ”اس کا کوئی ایمان نہیں جو امانت دار نہیں اور اس کا کوئی دین نہیں جو عہد کا پابند نہیں“۔

قرآن کریم میں بھی امانت کی ادائیگی پر سخت تاکید کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا ۗ وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ۗ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا ۝ (النساء: ۵۸) ”بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں انہیں پہنچاؤ اور جب لوگوں کا فیصلہ کرو تو عدل و انصاف

○ استاذ و سابق ڈین، فیملی آف ایجوکیشن، پینس یونیورسٹی، پینس

سے فیصلہ کرو، یقیناً وہ بہتر چیز ہے جس کی نصیحت تمہیں اللہ کر رہا ہے، بے شک اللہ سنتا ہے دیکھتا ہے۔“

نیز فرمایا: إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُخَائِبِينَ (الانفال: ۵۸) ”بے شک اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا“۔ اس کے ساتھ ہی امانت داروں کے لیے قرآن میں جنت کی بشارت دی گئی ہے جو بڑی کامیابی کی ضمانت ہے۔

ارشاد ہے: وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمْتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رِعُونَ ﴿۳۵﴾ وَالَّذِينَ هُمْ بِشَهَادَتِهِمْ قَائِمُونَ ﴿۳۶﴾ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ﴿۳۷﴾ أُولَٰئِكَ فِي جَنَّاتٍ مُّكْرَمُونَ ﴿۳۸﴾ (المعارج: ۳۵-۳۸) ”اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی حفاظت کرنے والے ہیں، اور وہ جو اپنی گواہیوں پر قائم رہنے والے ہیں، اور وہ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہیں، یہی لوگ (بہشت کے) باغات میں مکرم و معزز ہوں گے۔“

ان ارشادات سے یہ پتا چلتا ہے کہ صفت امانت داری اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کتنی اہم اور پسندیدہ چیز ہے۔ لیکن دوسری اقوام کا تو کیا گلہ کیا جائے، خود مسلمانوں کے اندر اب یہ صفت عنقا ہوتی جا رہی ہے۔ عوام تو عوام، تعلیم یافتہ اور خواص کے طبقے میں بھی یہ صفت ناپید ہوتی جا رہی ہے، جس کی وجہ سے پورا معاشرہ فسادات کی نذر ہوتا جا رہا ہے۔ اس کی ایک بڑی وجہ جہاں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے حوالے سے ہماری عدم وفاداری اور اسلامی اقدار سے مجرمانہ رُوگردانی ہے، وہیں اس کی دوسری وجہ اسلامی تعلیمات سے دُوری کی وجہ سے امانت داری کا ناقص فہم و تصور بھی ہے۔

• امانت کا جامع تصور: عام طور پر امانت اس چیز کو کہتے ہیں جس کا کسی کو ذمہ دار اور امین بنایا جائے یا جس کے سلسلے میں کسی پر اعتبار کیا جائے۔ اس لیے امانت داری کے سلسلے میں لوگوں کا ذہن صرف اس طرف جاتا ہے کہ اگر کسی نے کچھ روپیہ یا مال و اسباب یا دیگر کوئی اور چیز ہمارے پاس رکھ چھوڑا ہے، تو ہم اس کے امین ہیں اور جب وہ اسے طلب کرے تو بلا کسی کمی کے ہم اسے واپس کر دیں۔ بلاشبہ یہ بھی امانت داری ہے، لیکن اسلام میں امانت داری کا تصور یہیں تک محدود نہیں ہے بلکہ انسانی زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے۔

’امانت‘ دراصل ایک وسیع مفہوم کا حامل لفظ ہے، جس کے دائرے میں اللہ کے وہ تمام حقوق بھی آتے ہیں، جو بندوں پر عائد ہیں، جیسے: نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، کفارہ، صدقات وغیرہ اور بندوں کے آپس کے وہ تمام حقوق بھی شامل ہیں، جو ایک دوسرے پر عائد ہیں جنہیں حقوق العباد کہا جاتا ہے۔ اس فکر پر سورۃ الانفال کی یہ آیت دلالت کرتی ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمْنِيَّتَكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ○ (الانفال: ۸: ۲۷) ’اے ایمان والو! خیانت نہ کرو اللہ کی اور رسول کی اور خیانت نہ کرو اپنی امانتوں میں، جب کہ تم جانتے ہو‘۔

یہاں اللہ اور رسول کی خیانت کرنے سے باز رہنے سے مراد ان کے حقوق کو تلف کرنے سے باز رہنا ہے۔ درحقیقت انسان کا مال و اسباب، اس کی صحت و تندرستی بلکہ پوری زندگی ہی اللہ کی امانت ہے کیوں کہ اللہ کا ارشاد ہے: إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنْكَ النَّفْسَ بِهَا نَفْسًا وَاللَّهُ يَشْتَرِي الْأَنفُسَ بِمَا كَانُوا بِهَا كَاثِبِينَ ۗ وَاللَّهُ يُبَدِّلُ مَا يَشَاءُ لِمَنْ يَشَاءُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ (التوبة: ۹: ۱۱۱) ’بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو اس بات کے عوض خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی‘۔ جب جان اور مال دونوں بک گئے، تو اب جو یہ چیزیں ہمارے پاس موجود ہیں، وہ اللہ کی امانت ہی ہونیں اور اللہ نے اپنی عنایت سے ان میں تصرف کا اختیار دیا ہوا ہے، تو ان میں اللہ کی منشا کا خیال رکھنا واجب ہے۔

اسی طرح امانت داری کا اطلاق سیاسی اور انتظامی امور میں بھی ہے؛ ہر چھوٹا بڑا عہدہ امانت ہے اور ایک کلرک سے لے کر صدر مملکت تک ہر چھوٹے بڑے حکام، ملوک، رؤساء، وزرا، سب امانت دار ہیں۔ ان پر لازم ہے کہ جو عہدے انہوں نے اپنے ذمے لیے ہیں، ان کی ذمہ داری شریعت اسلامیہ کے دیے گئے اصولوں کی روشنی میں پوری کریں۔ ان سے عوام کے جو حقوق وابستہ ہیں، ان کا خیال رکھیں اور ان میں کسی قسم کی خیانت نہ کریں۔ ان میں جو کوئی بھی خیانت کا مرتکب ہوگا، گنہگار ٹھہرے گا اور بوقت حساب پکڑا جائے گا۔

اسی طرح مسجدوں کے متولی، امام و مؤذن، مدرسوں کے مدرسین و مہتمم، عصری تعلیمی اداروں کے اساتذہ و سربراہان، دارالقضاء کے قاضی، بیت المال کے نگران، اوقاف کے ذمہ داران، فلاحی اداروں کے سکرٹری و منتظمین، دینی و مذہبی جماعتوں کے چھوٹے بڑے عہدے دار اور شعبہ جات کے انچارج، یہ سب امانت دار ہیں۔ ان سب پر یہ لازم ہے کہ اپنے دائرہ اختیار میں

آنے والی ذمہ داریوں کو حسن و خوبی کے ساتھ ادا کریں بصورت دیگر اللہ کے سامنے جواب دہی کے لیے تیار رہیں۔

• عہدوں کا امانت ہونا: یہ بات صرف منطقی طور پر ہی نہیں بلکہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے صراحتاً بھی ثابت ہے۔ مشہور صحابی ابو ذرؓ نے ایک بار آپؐ سے امارت (سرکاری عہدہ) کی خواہش ظاہر کی تو آپؐ نے ارشاد فرمایا: يَا أَبَا ذَرٍّ إِنَّكَ ضَعِيفٌ وَإِنَّهَا أَمَانَةٌ وَإِنَّهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ خِزْيٌ وَكَدَامَةٌ إِلَّا مَنْ أَخَذَهَا بِحَقِّهَا وَأَدَّى الَّذِي عَلَيْهِ فِيهَا (مسلم، کتاب الامارۃ، باب كَرَاهَةِ الْأَمَارَةِ بِغَيْرِ ضَرُورَةٍ، بروایت ابو ذرؓ) ”اے ابو ذرؓ! تو کمزور ہے اور بلاشبہ یہ (امارت) امانت ہے اور یہ قیامت کے دن کی رسوائی اور شرمندگی ہے سوائے اس شخص کے جس نے اس کے حقوق پورے کیے اور اس سلسلہ میں جو ذمہ داریاں اس پر عائد تھیں اس کو ادا کیا۔“

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف عہدوں کو امانت بتایا بلکہ اس بات کی طرف اشارہ بھی دیا کہ جو شخص کسی منصب کی متعلقہ ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو، اسے اس منصب سے باز رہنا چاہیے کیوں کہ آخرت میں وہ اس کی رسوائی کا سبب بن سکتا ہے۔ بروز جزا اللہ رب العزت ایک ایک عہدہ دار اور ذمہ دار سے اس کی ذمہ داریوں کے سلسلے میں حساب لینے والا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، قَالَ مِمَّنْ عَلَى النَّاسِ رَاعٍ عَلَيْهِمْ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُمْ، وَالرَّجُلُ رَاعِي أَهْلِ بَيْتِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُمْ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ بَعْلِهَا وَوَلَدَيْهَا وَهِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْهُمْ، وَعَبْدُ الرَّجُلِ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُ، فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ یعنی ”تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ لوگوں کا حکمران ان کا نگران ہے اور اس سے ان لوگوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا، اور آدمی اپنے گھر والوں کا نگران ہے اس سے ان کے بارے میں سوال کیا جائے گا، اور عورت اپنے شوہر کے گھر کی اور اس کی اولاد کی نگران ہے اس سے ان کے بارے میں سوال کیا جائے گا، اور آدمی کا غلام (خادم) اپنے آقا کے مال کا نگران ہے اس سے اس کے بارے میں

سوال کیا جائے گا، پس تم میں سے ہر ایک شخص نگران ہے اور اس سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ (صحیح ابن حبان، کتاب السیر، باب ذِكْرِ الْبَيِّنَاتِ بِأَنَّ الْإِمَامَ مَسْئُؤْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ؛ التَّمِيحُ هُوَ عَلَيْهِمْ رَاعِي، بروایت عبد اللہ بن عمرؓ)

دوسری حدیث میں ان سوالات کی نوعیت کو بھی واضح کر دیا گیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: إِنَّ اللَّهَ سَائِلٌ كُلَّ رَاعٍ عَمَّا اسْتَرْعَاهُ أَحَقَّظَ أَمْ ضَيَّعَ (صحیح ابن حبان، کتاب السیر، باب ذِكْرِ الْأَخْبَارِ بِسُؤَالِ اللَّهِ جَلَّ وَعَلَّ كُلَّ مَنْ اسْتَرْعَى رَعِيَّتَهُ عَنْ رَعِيَّتِهِ، بروایت انسؓ) ”بے شک اللہ تعالیٰ ہر نگران سے اس کی نگرانی کے بارے میں سوال کرے گا کہ کیا اس نے اس کی حفاظت کی ہے یا اسے ضائع کر دیا ہے؟“

• اسلامی اور غیر اسلامی نظامِ حکومت میں امتیاز: معاشرتی، سیاسی اور انتظامی امور میں امانت داری کا یہی وہ تصور ہے، جو اسلامی اور غیر اسلامی معاشرت و نظامِ حکومت میں امتیاز پیدا کرتا ہے۔ اسلامی نظام میں جہاں عہدے اور ذمہ داریاں امانت تصور کیے جاتے ہیں، وہیں غیر اسلامی نظام میں انھیں مراعات (Privilege) سمجھا جاتا ہے، جو خدا کے سامنے جواب دہی کا تصور نہ ہونے کی وجہ سے لازماً خیانت کی طرف لے جاتا ہے۔ حکومتی عہدوں میں رہ کر جو لوگ عدل و انصاف کا معاملہ نہیں کرتے، عوام کے جو حقوق ان سے وابستہ ہیں انھیں ادا نہیں کرتے اور ان کے ساتھ احسان و خیر خواہی کا معاملہ نہیں کرتے ان کے سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات بہت سخت ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: مَا مِنْ عَبْدٍ اسْتَرْعَاهُ اللَّهُ رَعِيَّةً فَلَمْ يَحْظُهَا بِنَصِيحَةٍ إِلَّا لَعَنَهُ بِحَدِّ رَائِحَةِ الْجَنَّةِ (بخاری، کتاب الاحکام، باب مَنْ اسْتَرْعَى رَعِيَّةً فَلَمْ يَنْصَحْ، بروایت معقل بن یسارؓ) ”جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو کسی رعیت کا حاکم بناتا ہے اور وہ خیر خواہی کے ساتھ اس کی حفاظت نہیں کرتا تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔“

ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا: مَا مِنْ وَاٰلِ يٰٓأَيُّهَا رَعِيَّةً مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَيَمُوْتُ وَهُوَ غَاشٌّ لَهُمْ إِلَّا حَزَمَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ (بخاری، کتاب الاحکام، باب مَنْ اسْتَرْعَى رَعِيَّةً فَلَمْ يَنْصَحْ، بروایت معقل بن یسارؓ) ”اگر کوئی شخص مسلمانوں میں سے کچھ لوگوں کا والی (حاکم)

بنایا گیا اور اس نے ان کے معاملے میں خیانت کی اور اسی حالت میں مر گیا تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت کو حرام کر دیتا ہے۔“

یہاں خیانت سے مراد عہدے کی ذمہ داریوں کو پورا نہ کرنا ہے جس کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں؛ مثلاً ان کے حقوق پورے طور پر نہیں دیے، یا رعایا کا جو کام ان کے ذمے تھا، اسے نہیں کیا، یا جتنا وقت حکومت کی طرف سے رعایا کے لیے متعین تھا اس میں کمی کی، یا دوسرے کاموں میں ضائع کر دیا اور کام کا حق ادا نہیں کیا، یا متعلقہ شعبے کے اشیاء و اموال کا جو درحقیقت عوام کا سرمایہ ہیں، بے جا یا ضرورت سے زیادہ استعمال کیا، یا بیت المال سے اپنی مقرر شدہ تنخواہ اور مراعات (Allowances) سے زیادہ لے لیا وغیرہ۔

آخر الذکر صورت کے سلسلے میں نبی کریم ﷺ کا واضح ارشاد موجود ہے کہ آپؐ نے فرمایا: مَنِ اسْتَعْمَلَنَا عَلَىٰ حَمَلٍ فَكَرَفْنَا لَهُ رِزْقًا فَمَا أَخَذَ بَعْدَ ذَلِكَ فَهُوَ غُلُولٌ (سنن ابی داؤد، کتاب الخراج والٹمیء والامارۃ، باب فی اَرْزَاقِ الْعُقَالِ، بروایت بریدہؓ) ”ہم جس کو کسی کام کا عامل بنائیں اور ہم اس کی کچھ روزی (تنخواہ) مقرر کر دیں پھر وہ اپنے مقررہ حصے سے جو زیادہ لے گا، وہ خیانت ہے۔“ یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ حکومت کے وہ عہدے جو وعدوں کی بنیاد پر لیے جاتے ہیں جیسا کہ ہمارے جمہوری نظام میں رواج ہے، ان کی ذمہ داریوں سے رُوگردانی کرنا دوسرے وبال کا باعث ہے۔ ایک تو یہ خیانت ہے اور دوسرے وعدہ خلافی بھی۔

• رشوت سستانی کا انسداد: اسی طرح رشوت سستانی کے ذریعے متعلقہ ادارے اور عوام کے مفاد کو نقصان پہنچانا بھی خیانت کی ایک شکل ہے۔ نیز کسی سرکاری محکمے کا ملازم اگر رشوت لے کر کوئی ایسا کام کرے، جو حکومت کے طے شدہ اصول و ضوابط کے خلاف ہو، تو یہ بھی خیانت ہے کیوں کہ جس کام کے لیے حکومت نے اسے متعین کیا اور جس کام کی اسے تنخواہ دی جاتی ہے، وہ کام اس نے نہیں کیا۔ اور اگر رشوت کسی جائز کام کے لیے لی، تو یہ اس فرد پر ظلم بھی ہے جس سے رشوت لی۔

ایک روایت میں ہے: لَعْنُ رَسُولِ اللَّهِ الرَّائِيِ وَالْمَرْتِيِ (سنن ابی داؤد، کتاب الاقضية، باب فی كَرَاهِيَةِ الرَّيْسِيَّةِ، بروایت عبد اللہ بن عمروؓ) ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت دینے اور رشوت لینے والے (دونوں) پر لعنت فرمائی ہے۔“ آپؐ سے یہ بھی روایت ہے:

الرَّايِ وَالْمُرَاتِبِ فِي التَّارِ (کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، حدیث: ۱۵۰۷۷، بروایت ابن عمروؓ) ”رشوت دینے والا اور رشوت لینے والوں جہنم میں ہیں۔“

• تحائف رشوت کی ایک صورت: اس لیے ہر اس شخص کو جو آخرت پر ایمان رکھتا ہو اور کسی دنیوی عہدے پر فائز ہو، اسے نہ صرف رشوت بلکہ تحفے تحائف کو قبول کرنے سے بھی گریز کرنا چاہیے کیوں کہ عموماً وہ کسی مقصد کے تحت ہی دیے جاتے ہیں اور انسان ان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سرکاری ملازم کا اپنے فرض منصبی کی ادائیگی کے دوران کسی صاحب معاملہ سے تحفہ قبول کرنے کو سخت ناپسند کیا ہے۔

آپؐ نے ایک شخص کو زکوٰۃ، جزیہ اور ٹیکس وغیرہ وصول کرنے کے لیے عامل مقرر کیا۔ اپنے کام پورے کر کے جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لوٹے تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ مال آپؐ کا ہے اور یہ مال مجھے تحفہ دیا گیا ہے۔ اس پر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سخت نالاں ہوئے اور فرمایا: أَفَلَا قَعَدْتُمْ فِي بَيْتِ أَبِيكَ وَ أُمِّكَ، فَتَنَظَّرْتَ أَيُّهُمَا لَكَ أَمْرٌ لَا يَأْتِيهِمْ؟۔ آپؐ نے اتنے ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ مسجد میں خطبہ دیا اور اللہ کی حمد و ثنا کے بعد ان ہی باتوں کا مجلس عام میں اعادہ کیا اور لوگوں کو خیانت کے وبال سے خوف دلایا۔ (بخاری، کتاب الایمان والنذور، باب كَيْفَ كَانَتْ يَمِينُ النَّبِيِّؐ، بروایت ابو حمید ساعدیؓ)

• غلط مشورہ دینے کی ممانعت: خیانت کی ایک اور شکل ہے ادارہ یا محکمے کے سربراہ کو غلط مشورے دینا۔ ایک موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: أَلَمْ يَسْتَشِرُّا مُؤْتَمِرًا (سنن ابن ماجہ، ابواب الادب، باب أَلَمْ يَسْتَشِرُّا مُؤْتَمِرًا، بروایت ابو ہریرہؓ) ”جس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ امانت دار ہے“۔ گویا اسے امانت داری کا لحاظ کرتے ہوئے صحیح اور مفید مشورہ دینا چاہیے۔ جس طرح امانت میں خیانت جائز نہیں، اسی طرح کسی کو غلط مشورہ دینا بھی جائز نہیں۔

اس حدیث پاک کا سیدھا اطلاق سرکاری محکموں اور غیر سرکاری تنظیموں کے مشاورتی بورڈوں (Advisory Boards) پر بھی ہوگا، یعنی وہ سب بھی امانت دار قرار پائیں گے۔ مثال کے طور پر

کابینہ، پارلیمنٹ، پارلیمانی کمیٹی، اسمبلی، دستور ساز کونسل، مجلس شوریٰ، یونیورسٹیوں کی اکیڈمک کونسل، سینیٹ اور سٹڈنٹ کیٹ کے ممبران اور اسی طرح مساجد، مدارس، اوقاف کی کمیٹیوں وغیرہ کے ارکان، یہ سب امانت دار ہیں اور ان سے ان کی امانتوں کے سلسلے میں پوچھا جائے گا۔ ان سب کو چاہیے کہ ذاتی مفاد سے اوپر اٹھ کر اپنے اپنے اداروں اور قوم و ملت کی فلاح کو پیش نظر رکھ کر اپنے سربراہان کو مشورے دیا کریں۔

● نااہل افراد کسی تعیناتی: خیانت کی ایک اور بھی شکل ہے؛ وہ ہے کام، منصب یا ذمہ داری کسی ایسے شخص کو سپرد کرنا جو اس کا اہل نہ ہو۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب امانت ضائع کی جائے تو قیامت کا انتظار کرو“۔ پوچھا: یا رسول اللہ! امانت کس طرح ضائع کی جائے گی؟ (آپ نے) فرمایا: ”جب کام نااہل لوگوں کے سپرد کر دیے جائیں تو قیامت کا انتظار کرو“۔ (بخاری، کتاب الرقاق، باب رفع الامانۃ)

اس حدیث سے بالکل واضح ہے کہ ذمہ داری نااہلوں کے سپرد کرنا بھی خیانت ہے اور دورِ حاضر میں تو یہ ایک بڑا فتنہ ہے کہ حکومت کے اہم مناصب، یا تو تعلقات کی بنیاد پر دیے جاتے ہیں، یا سیاسی ہم فکری کی بنیاد پر، یا کبھی اس میں اقربا پروری کو دخل ہوتا ہے تو کبھی رشوت ستانی کو۔ اس سلسلے میں ان افراد کے ساتھ ظلم ہو جاتا ہے جو حقیقتاً اس منصب کے اہل ہوتے ہیں اور نااہلوں کو منصب دیے جانے کے نتائج بد کو ایک عرصے تک پوری قوم بھگنتی ہے۔

اس لیے حاکم اعلیٰ کو چاہیے کہ اپنے دائرہ اختیار میں لائق ترین افراد کو تلاش کر کے انتظامی اختیارات ان کے سپرد کرے اور ایسے افراد کو تو بالکل نہ سونپے جو عہدے کے حریص ہوں۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے ہمیں یہی تعلیم ملتی ہے۔ آپ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا: لَنْ (أَوْ) لَا نَسْتَعْمِلَ عَلَى عَمَلِنَا مَنْ أَرَادَهُ (بخاری، کتاب اسْتِثْنَاءِ الْمُؤْتَدِّينَ وَالْمُعَانِدِينَ وَقِتَالِهِمْ، باب حُكْمِ الْمُؤْتَدِّينَ وَالْمُعْتَدِّينَ، بروایت ابو موسیٰ اشعریؓ) ”ہم ہرگز کسی ایسے شخص کو عامل مقرر نہیں کریں گے جو عامل بنا چاہے“۔

صحیح ابن حبان کے الفاظ اس طرح ہیں: إِنَّا وَاللَّهِ لَا نُؤَيِّ عَلَى هَذَا الْعَمَلِ أَحَدًا سَأَلَهُ، وَلَا أَحَدًا حَرَّصَ عَلَيْهِ ”اللہ کی قسم! ہم اس کام کا نگران کسی ایسے شخص کو مقرر نہیں کریں

گے جو اسے مانگتا ہو، اور نہ کسی ایسے شخص ہی کو مقرر کریں گے جو اس کا لالچ کرتا ہو۔ (صحیح ابن حبان، کتاب السیر، باب فی الخلافۃ والامارۃ، بروایت ابو موسیٰ اشعریؓ)۔

• **عہدہ و منصب طلب کرنے کا جواز:** یہاں ایک مسئلے کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ مذکورہ بالا احادیث اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل (یعنی عہدہ طلب کرنے والوں یا اس کی خواہش رکھنے والوں کو عہدہ نہ دینا) سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حکومت کا کوئی عہدہ خود طلب کرنا جائز ہی نہیں لیکن جمہوری نظام میں تو بہت سے سرکاری مناصب (مختلف شعبوں کی ملازمت وغیرہ) بغیر درخواست کے مل ہی نہیں سکتے، تو کیا ان سب سے دست بردار ہو جانا چاہیے؟ ظاہر ہے کہ دست برداری کا موقف اختیار کرنا پوری قوم و ملت کو سختی میں ڈالنے سے تعبیر کیا جائے گا۔ ہمیں اس سلسلے میں فقہاء کے ان اصولوں کو مد نظر رکھنا چاہیے، جو ان لوگوں نے سرکاری عہدے اور منصب کو طلب کرنے کے جواز کے سلسلے میں اختیار کیے۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی سرکاری عہدے اور منصب کو طلب کرنا اس صورت میں جائز ہے جب انسان یہ محسوس کرے کہ اس کے فرائض اور ذمہ داریوں کو صحیح طور سے انجام دینے والا کوئی دوسرا شخص موجود نہیں ہے، اور خود اپنے بارے میں اسے اندازہ ہو کہ وہ اس ذمہ داری کو بحسن و خوبی انجام دے سکے گا اور اس کی نیت (جسے اللہ ہی بہتر جانتا ہے) جاہ و مال کی نہ ہو بلکہ خلق اللہ کی صحیح خدمت اور انصاف کے ساتھ ان کے حقوق کی حفاظت کی ہو۔ نیز اسے کسی گناہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ بھی نہ ہو۔ فقہانے اپنے اس موقف پر سورہ یوسف کی آیت ۵۵ سے استدلال کیا ہے جس میں حضرت یوسفؑ کا بادشاہ مصر سے امور خزانہ پر مامور کرنے کی درخواست کرنے کا ذکر ہے اور یہ راعے قائم کی ہے کہ یوسفؑ کا عہدے کا طلب کرنا انھی بنیادوں پر تھا۔ (معارف القرآن از مفتی محمد شفیع، مکتبہ معارف القرآن، ج ۵، ص ۹۰-۹۱)

• **منصب قضا کا تقاضا:** اسی طرح جو لوگ نظام قضا (Judiciary) یا منصب قضا (Post of Adjudicator) سے وابستہ ہوں، وہ بھی بدرجہ اولیٰ امانت دار ہیں۔ ان پر یہ ذمہ داری عائد ہے کہ تو ان میں و شواہد کی روشنی میں سیاسی دباؤ اور ذاتی مفادات سے بلند ہو کر عدل و انصاف کو قائم کریں۔ یہ کوئی معمولی کام نہیں بلکہ بہت بڑی ذمہ داری ہے، جس پر ملک میں امن و سکون

کے قیام کا انحصار ہے۔ اس میں خیانت کی وجہ سے انصاف سے محروم افراد قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے پر مجبور ہو سکتے ہیں اور مختلف قسم کے فساد پھیلا کر ملک کا امن و سکون غارت کر سکتے ہیں جیسا کہ موجودہ عالمی منظر نامہ عکاسی کر رہا ہے۔

ظاہر ہے یہ اسلام کے ایک بنیادی مقصد، یعنی ”دنیا کو زندگی گزارنے کے لیے ایک بہتر جگہ بنانا“ کے خلاف ہے۔ اس لیے اس میں خیانت اللہ اور اس کے رسول کو کیسے پسند ہو سکتی ہے؟ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہر دور میں اس ذمہ داری کو پورا کرنا ایک مشکل امر رہا ہے۔ اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ جُعِلَ قَاضِيًا بَيْنَ النَّاسِ، فَقَدْ ذُخِّ بِغَيْرِ سَكِينٍ (سنن ابی داؤد، کتاب الاقضية، باب فِي طَلَبِ الْقَضَاءِ، بروایت ابو ہریرہؓ) ”جو شخص لوگوں کے درمیان قاضی بنا دیا گیا (گویا) وہ بغیر چھری کے ذبح کر دیا گیا“۔ بغیر چھری کے ذبح کرنے میں جانور کو تکلیف اور مشقت چھری سے ذبح کرنے کے مقابلے میں یقیناً زیادہ ہوگی۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ جسے قاضی بنا دیا گیا اسے انتہائی مشقت اور آزمائش میں ڈال دیا گیا۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا: ”قاضی تین طرح کے ہوتے ہیں: ایک جنتی اور دو جہنمی۔ رہا جنتی تو وہ ایسا شخص ہوگا جس نے حق کو جانا اور اسی کے موافق فیصلہ کیا، اور وہ شخص جس نے حق کو جانا اور اپنے فیصلے میں ظلم کیا وہ جہنمی ہے۔ اور وہ شخص جس نے نادانی سے لوگوں کا فیصلہ کیا وہ بھی جہنمی ہے“۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الاقضية، باب فِي الْقَاضِيِي يُحْطَى، بروایت ابو ہریرہؓ)۔

اس کے بالمقابل حکمت اور حق کے ساتھ فیصلہ کرنے والے قاضی کی آپؐ نے تعریف بھی کی۔ ارشاد فرمایا: لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ: رَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَسَلَّطَهُ عَلَىٰ هَلْكَاتِهِ فِي الْحَقِّ وَآخَرَ آتَاهُ اللَّهُ حِكْمَةً فَهُوَ يَقْضِي بَيْنَهُمَا وَيُعَلِّمُهُمَا (بخاری، کتاب الاحکام، باب أَجْر مَنْ قَضَىٰ بِالْحِكْمَةِ، بروایت عبد اللہ بن مسعودؓ) ”رشتک بس دو آدمیوں پر ہی کیا جانا چاہیے۔ ایک وہ شخص جسے اللہ نے مال دیا پھر اس نے اسے حق کے راستے میں خرچ کیا، اور دوسرا وہ شخص جسے اللہ نے حکمت (قرآن، حدیث و فقہ کا علم) عطا کی اور وہ اس کے موافق فیصلے کرتا ہے اور اس کی لوگوں کو تعلیم دیتا ہے“۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے ان کے تعلق سے فرمایا: الْمُقْسِطُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى مَنَابِرٍ مِّنْ نُورٍ عَنِ يَمِينِ الرَّحْمَنِ، وَكِلْتَا يَدَيْهِ يَمِينٌ، الْمُقْسِطُونَ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِمْ وَأَوْلَادِهِمْ وَمَا وُلُّوا (صحیح ابن حبان، کتاب السیر، باب فی الخلافة والامارة، ذِکْرٌ وَحَدِيثِ الْأَيْمَةِ فِي الْقِيَامَةِ إِذَا كَانُوا عُدُوًّا فِي الدُّنْيَا، بروایت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ) ”(دنیا میں) انصاف کرنے والے لوگ قیامت کے دن رحمان کے دائیں طرف نور کے ممبروں پر ہوں گے حالانکہ اس (رحمن) کے دونوں طرف دائیں ہیں، وہ لوگ جو اپنی بیویوں کے ساتھ اور اپنی اولاد کے ساتھ اور جس معاملے کے وہ نگران بننے ہیں اس کے ساتھ انصاف سے کام لیتے ہیں۔“

اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ جن سات قسم کے لوگوں کو اللہ پاک قیامت کے دن عرش کے سایے میں جگہ دیں گے ان میں ایک عادل حکمران بھی ہوگا۔ (صحیح ابن حبان، کتاب السیر، باب ذِکْرُ إِطْلَالِ اللَّهِ جَلَّ وَعَلَا الْإِمَامَ الْعَادِلَ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا لِلَّهِ، بروایت ابو ہریرہؓ)

● خلاصہ کلام: آخرت میں صرف وہ لوگ سرخرو ہوں گے، جنہوں نے دنیا میں اپنے منصب اور عہدوں کو امانت سمجھ کر اس کی ذمہ داریوں کو عدل و احسان کے ساتھ انجام دیا ہوگا جو کہ آسان کام نہیں ہے، اور جس نے اپنی ذمہ داریوں میں خیانت کی ہوگی وہ وہاں رسوا اور ذلیل کیا جائے گا اور جہنم اس کا ٹھکانہ ہوگا۔ اس لیے اول تو ہمیں جاہ طلبی کے مرض سے ہی چھٹکارا حاصل کرنا چاہیے کہ اکثر اوقات یہ دنیا میں بھی آزمائش اور رسوائی کا سبب ہو جاتا ہے جیسا کہ آج کل عام طور پر دیکھنے کو ملتا ہے اور آخرت کا معاملہ تو فرائض کی انجام دہی میں کوتاہی کی صورت میں اور بھی سنگین ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیارے صحابی عبدالرحمن بن سمرہؓ کو ان الفاظ میں نصیحت فرمائی: يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ بَوِّ سَمْرَةَ لَا تَسْأَلِ الْإِمَارَةَ فَإِنَّكَ إِن أُعْطِيتَهَا عَنْ مَسْأَلَةٍ وَكَلْتِ الْبَيْتِ، وَإِن أُعْطِيتَهَا عَنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ أُعْنِتْ عَلَيْهَا (بخاری، کتاب الاحکام، باب مَنْ سَأَلَ الْإِمَارَةَ فَوُكِّلَ إِلَيْهَا، بروایت عبدالرحمن بن سمرہؓ) ”اے عبدالرحمن بن سمرہ! کبھی امارت (حکومت کے کسی عہدے) کی درخواست نہ کرنا، کیوں کہ اگر تمہیں یہ مانگنے کے بعد ملے گا تو تم

اسی کے حوالے کر دیے جاؤ گے (اللہ پاک اپنی مدد تجھ سے اٹھالے گا کہ تو جانے تیرا کام جانے)۔ اور اگر وہ عہدہ تمہیں بغیر مانگے مل گیا تو اس میں (اللہ کی طرف سے) تمہاری اعانت کی جائے گی۔ اس حدیث میں ایک اہم نکتے کی طرف اشارہ ہے کہ عہدہ طلب کرنے پر اللہ کی طرف سے مدد بھی اٹھ جاتی ہے اور انسان آزمائش میں ڈال دیا جاتا ہے اور اگر عہدہ بغیر طلب کیے ملتا ہے تو اللہ کی مدد شامل حال ہوتی ہے۔ اس لیے جہاں تک ممکن ہو خود عہدہ طلب کرنے سے ہمیں پرہیز کرنا چاہیے اور جب حکومتی یا ملی سطح سے کسی منصب کی پیش کش کی جائے تو اپنی صلاحیت اور حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس بات کا جائزہ ضرور لینا چاہیے کہ اس کی ذمہ داریوں کو ہم کما حقہ ادا کر سکیں گے یا نہیں۔ اگر نہیں تو ہمیں وہ منصب قبول ہی نہیں کرنا چاہیے، تاکہ دنیا و آخرت کی رسوائی سے محفوظ رہ سکیں، اور اگر قبول کریں تو عہدے کو امانت سمجھ کر اس کی ذمہ داریوں کو ادا کرنا چاہیے۔ ہمیں اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ بروز حساب کہیں ہم ان لوگوں میں نہ شامل ہوں، جن کے بارے میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں پیش گوئی کی ہے:

وَيَلُّ لِلْأَمْوَاءِ كَيْتَمَتَيْنِ أَفْوَاهُ أَتَّهَمَهُ كَانُوا مُعَلِّقِينَ بِذَوَائِبِهِمْ بِالْعُرْيَا، وَأَتَّهَمَهُ لَمْ يَكُونُوا وُلُؤًا شَيْئًا قَطُّ (صحیح ابن حبان، کتاب السیر، باب فی الخلافة دار الامارة، ذِکْرُ الْإِحْبَارِ عَمَّا يَتَمَنَّى ائِ الْأَمْوَاءِ أَنَّهُمْ مَا وَلُّوْا مِمَّا وَلُّوْا شَيْئًا، برطیت ابو ہریرہؓ) ”سرکاری اہل کاروں کے لیے خرابی ہے۔ عنقریب کچھ لوگ اس بات کی آرزو کریں گے کہ انہیں ان کے بالوں کے ساتھ اوج ثریا پر لٹکا دیا جاتا، لیکن انہیں کسی چیز (حکومتی عہدے) کا اہل کار مقرر نہ کیا جاتا۔“

اللہ سے دعا ہے کہ وہ اس سیہ کار کی لغزشوں کو بھی معاف فرمائے اور اپنی منشا کے مطابق بقیہ زندگی گزارنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ نیز امت کے اندر امانت داری کے مٹتے ہوئے احساس کو بیدار فرمائے۔ آمین!